Majallah Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 37, Sr.No.103, 2016 pp 107 - 112

مجلہ تحقیق
مجلہ کلیہ علوم شرقیہ
جلد ۳۷، اپریل۔جون ۲۰۱۶ء، شمارہ ۱۰۳

وزیر آغا کے انشائیوں میں فطری مناظر کی عکس بندی

تنویر الرحمٰن ☆

Abstract:

Doctor Wazir Agha is marked as the pillar of Inshaya Writing. He is amongst the pioneers who populansed the Inshaya Writing. This article reflects the literary skills of Doctor Wazir Agha which he has employed in portraying the nature with the amalgamation of emotions and feelings. His use of figurative language leads the reader into the valleys where he forgets himself and relishes the colors of nature portrayed by Wazir Agha.

فطرت کا لازوال اور بے مثال حسن انسانی آنکھوں کو ہمیشہ خیرہ کرتا رہا ہے۔ مناظر فطرت کا جمال ہر لمحے انسان کو اپنی متحیر اور پُرمسرت آغوش میں لیے رکھتا ہے کبھی اسے کوہساروں، گلستانوں، خیابانوں اور لالہ زاروں کے پُر بہار مناظر اپنے نیرنگیوں کی جانب متوجہ کرتے ہیں اور کبھی پھولوں کی لہک، پرندوں کی چہک، چاند کی چاندنی، سورج کی روشنی اور ہواؤں کی مستی سے کشش محسوس کرتا ہے غرض کہ فطرت کا حسن اسے ازل سے دیوانہ بنائے ہوئے ہے۔ صبح ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا اس کی آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل و دماغ کو تراوت بخشتی ہے تو سورج کی کرنیں آہستہ آہستہ اس وجود میں سرایت کر کے اسے رازِ ہستی کی گرہیں کھولنے کے لیے ایک بار پھر سے سرگرم کرتی ہیں۔ وہ تتلیوں کو دیکھتا، رنگوں سے کھیلتا، نظریں جھکاتا ہے تو زمین کی پہنائیوں میں اُتر جاتا ہے اور جب فلک کی جانب نگاہ اُٹھاتا ہے تو آسمان کی بلندیوں سے باتیں کرتا ہے۔ کائنات کا حسن ہر وقت اُس کے اردگرد جلوہ فگن ہے اور وہ اپنی بساط کے مطابق اس سے کیف و مستی اور لطف و سرور حاصل کرتا ہے۔

☆ لیکچرار شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج شاہ پور صدر (سرگودھا)

وزیر آغا نے بھی اپنے انشائیوں میں فطرت کے رنگوں کو سمویا ہے اور اس کے حسین مناظر کی عکاسی اور نئے اور منفرد انداز سے کرتے ہوئے حیرت و انبساط کے نئے دریچے وا کیے ہیں۔ وزیر آغا کے انشائیوں میں منظر نگاری ایک ایسا موضوع ہے جو نئی راہیں لے کر وارد ہوتا ہے۔ ان کے انشائیوں میں تمام اقسام کی منظر نگاری اپنے پورے لوازمات کے ساتھ جلوہ آرا ہے۔ یہاں یہ بات واضح رہے کہ انشائیہ میں اس طرح کی منظر نگاری ممکن نہیں ہوتی جس طرح کی داستان، ناول، افسانے اور مثنوی جیسی اصناف میں کی جاتی ہے کیوں کہ انشائیہ میں اُس طرح کی منطقی ترتیب اور ڈسپلن نہیں ہوتا جو ان اصناف کا وصف ہے۔ انشائیہ میں تو لحہ بہ لحہ منظر تیزی سے تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ اس لیے انشائیہ کے مزاج اور آہنگ کے تقاضوں کے مطابق جو منظر کشی وزیر آغا نے کی وہ اپنی مثال آپ ہے۔ ان کے ہاں منظر جامد و ساکت نہیں بلکہ حرکت کرتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں اور قاری منظر کے ایک ایک گوشے میں خود کو موجود پاتا ہے۔

وزیر آغا کے خیال میں انشائیے کا عمل آسمان سے زمین کے مناظر دیکھنا نہیں بلکہ وسیع تناظر سے آسمان اور زمین میں کسی معلوم شے کی تلاش ہے اور جب وہ شے مل جائے تو اس سے حاصل شدہ مسرت کو انشائیے میں منتقل کر دیا جاتا ہے۔ ان کے ہاں ایسے منظر بھی ملتے ہیں جو آنے والے وقت کا پتہ دیتے ہیں جس کا وہ اپنے تخیل سے پہلے ہی عکس بنا ڈالتے ہیں ایک قسم کی منظر نگاری وہ ہے جس میں کائناتی نظام کی منظر کشی کی جاتی ہے، دوسری قسم کی منظر کشی فطرت سے متعلق ہے اور تیسری قسم کی منظر کشی انسانی فطرت و احساسات کی ترجمانی کرتی ہے۔ وزیر آغا کے انشائیوں میں تمام قسم کی منظر کشی فنی کمال کے ساتھ موجود ہے۔ وزیر آغا کے انشائیوں میں یہ بات صاف نظر آتی ہے کہ ان کو ارد گرد کی ہر اس چیز سے محبت اور لگاؤ ہے جس کو دیکھنے کے بعد ان کے ذہن پر کوئی اچھا اور خوش گوار تاثر رہ جائے۔ چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی جب ان کی نظروں کو بھا گئی تو وہ اس کے اندر معنی کا ایک جہاں آباد کر دیتے ہیں۔

وزیر آغا اشیا اور مظاہر کو بے مصرف قرار دینے کے حق میں نہیں چناں چہ وہ زندگی کے ایک ایک پہلو پر غور کر کے اسے انسانی زندگی کی کئی بنیادی حقیقتوں کے لیے آئینہ بنا دیتے ہیں اور جب یہ آئینہ ان کے انشائیوں میں منظر کشی کرتا ہے تو اس میں سے نکلنے والی شعاعیں ہر چیز کو روشن کر دیتی ہیں۔ وہ اپنے ماحول کا جائزہ لے کر اس سے عیاں ہونے والی حقیقتوں کا بیان اپنے منظروں میں پیش کر دیتے ہیں اور کائنات کے قریب ہو کر اس کے مظاہر سے عطر کشید کر کے قاری کو پلاتے ہیں۔

وزیر آغا کے انشائیوں میں مناظرِ فطرت کی عکاسی میں ان کا سب سے بڑا پہلو دیہات سے متعلق

ہے۔ انھوں نے زندگی کا بہت بڑا حصہ دیہات کی خالص فضا میں گزارا، دیہات کی ہر چیز کو قریب سے دیکھا، اس کا مشاہدہ اور مطالعہ کر کے قاری کے سامنے پیش کر دیا۔ وہ فطرت کے بہت بڑے شیدائی اور پرستار ہیں، وہ فطرت کے ہر منظر سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور منظر کشی کرتے ہوئے ان مناظر میں ایسے رنگ بھرتے ہیں ایک عام سا منظر بھی فطرت کی بھرپور نمائندگی کرنے لگتا ہے۔ صبح کے چند مناظر کا بیان دیکھیے:

> ''صبح جب سورج نکلتا اور گندم کے کھیتوں میں اوس کے کروڑوں سبک اندام قطرے یکا یک دمک اٹھتے تو مجھے ہر قطرے میں اپنی ہی شکل دکھائی دیتی اور یوں خود سے ملاقات کی صورت از خود پیدا ہو جاتی یا جب اندھیری رات میں آسمان کی سیج پر لاکھوں ستارے مو تیے کے پھولوں کی طرح خوشبو بکھیرتے تو مجھے اس خوشبو میں اپنے ہی جسم کی باس کا گمان ہوتا اور یوں خود سے ہم کلام ہونے کی ایک صورت پیدا ہو جاتی'' [۱]

> ''آسمان کی نیلاہٹیں اس گہری جھیل کی طرح تھیں جس پر ایک سحر طراز روشنی پھیل رہی ہو فضا میں گرد کا نام و نشان تک نہیں تھا اور روشنی کا سیلاب تھا کہ ہر شے میں سرایت کرتا بڑھتا چلا آ رہا تھا۔ بس پہلا احساس تو اس سحر طراز روشنی کے وجود کا تھا جس کے پرتو سے آسمان، زمین، اڑتے ہوئے پرندے نسیم سحر کے جھونکوں پر سر دُھنتے ہوئے درخت، حدِ نظر تک پھیلے ہوئے کھیت اور ان کھیتوں سے آگے ننگی سیاہ پہاڑیوں کا ایک بکھرا ہوا سلسلہ جگمگا اٹھا تھا۔۔۔'' [۲]

وزیر آغا، انشائیوں میں زندگی کی تلخ حقیقتوں کے سچے مرقعے کھینچتے بھی نظر آتے ہیں۔ ان کی تصویر کشی کرتے ہوئے وہ ایسے الفاظ کام میں لاتے ہیں کہ قاری کھو کر رہ جاتا ہے لیکن وزیر آغا زندگی کی اِن حقیقتوں سے پردہ اٹھانے کا عمل ایک خوش باش انسان کی طرح انجام دیتے ہیں۔ ویسے بھی ایک اچھے انشائیہ نگار کی پہچان ہے کہ وہ اپنے افکار سے اس طرح لطف اندوز ہوتا ہے جس طرح اپنے باغیچے سے۔ وزیر آغا اپنے اندر کے جذبات کا انخلا بھی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، بعض ناگوار چیزوں کا اس طرح بیان کرتے ہیں کہ انسان کے دل کو گوارا لگنے لگتی ہیں۔ دکھ، درد کی چیخ کے بارے میں دو اقتباس دیکھیے:

> ''آنسو تو بے بسی کی پیداوار ہیں اور میں کبھی بے بس نہیں ہو سکتا۔ یہ میری ''مردانگی'' کے خلاف ہے۔ ہنسی اور گریہ دونوں ایک ہی ترازو کے دو پلڑے ہیں، ایک خود غرضی کی علا مت ہے اور دوسرا شکست کا اعلان۔ مجھے ان سے کوئی سروکار نہیں۔ میں تو چیخ کا والہ و شیدا ہوں۔ چیخ، جس میں ایک انوکھی جرات، ایک بے پناہ احتجاج ہے! ٹکر لینے کا ایک انوکھا

عزم، متصادم ہونے کی ایک شدید آرزو، دوسروں کو اپنے وجود کا احساس دلانے کی ایک تیز خواہش۔۔۔۔ یہ ہے چیخ کا منتہا! مجھے چیخ سے بے اندازہ محبت ہے'' [۳]

''مجھے چیخ کی کھردری غنائیت سے والہانہ پیار ہے۔ کسی ہنستے ہوئے شخص کو دیکھ کر مجھے ہمیشہ خیال آتا ہے کہ یہ شخص اندر سے کھوکھلا ہے۔ روتے ہوئے شخص کو دیکھ کر میں سوچتا ہوں کہ یہ تو محض ایک شمع ہے جو ہولے ہولے پگھلتی چلی جا رہی ہے۔ صرف چند لمحے ۔۔۔۔ یہ شمع پگھل کر ڈھیر ہو جائے گی لیکن چیختا ہوا شخص! چیختے ہوئے شخص کی کیا بات ہے !اس کا عزم، اس کا احتجاج، اس کی آزاد منش ذہنیت، انسانیت کا سرمایہ ہے۔'' [۴]

حیرت و تحیّر اور دانائی و آگہی کی فضا کو بھی وزیر آغا اپنے انشائیوں میں منظر نامہ کے طور پر اس طرح پیش کرتے ہیں کہ دونوں ساتھ ساتھ سفر کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور ایک دوسرے کے اندر اپنی جلوہ نمائی کرتے ہیں۔ وزیر آغا کے ہاں حیرانی و تقلیب، انسانی فہیم اور کائناتی مظاہر کے اتصال سے جنم لیتے ہیں۔ بطور انسان اپنے داخلی کمالات سے لے کر مظاہر عالم تک ان کی حیرانی اور غور و فکر باہم گتھے ہوئے نظر آتے ہیں جو کہیں کشف ذات سے روشناس کراتے ہیں تو کہیں دنیا کے مظاہر کے اسرار و رموز تک ہمیں رسائی دیتے ہیں۔ وزیر آغا کا کہنا ہے کہ بیج کا چھلکا ٹوٹے تو اس کے اندر مغز کو نمو کی اجازت ملتی ہے۔ اسی طرح شخصیت کا بوجھ اُترے تو قلبِ ماہیت ہو جاتی ہے۔ فطرت کی انسان سے ہم کلامی اور دونوں کے بھیدوں کو سمجھنے کے حوالے سے ایک مثال دیکھیے

''چاروں طرف مکمل سناٹا تھا۔ کوئی انسان دُور دُور تک موجود نہیں تھا۔ اوپر ایک بیکراں آسمان تھا جس میں گول مٹول سے ابر پارے بچوں کی طرح کھیل رہے تھے۔ نیچے ایک سرسبز شاداب دھرتی تھی جس پر پرندے اور کیڑے اور شہد کی مکھیاں اور بھونرے ایک کبھی نہ ختم ہونے والی گرم گہری گفتگو میں مصروف تھے۔ پھر ایک احساس میرے اندر سے، اندر کی کسی بہت ہی تاریک گپھا سے برآمد ہو کر مجھ پر چھا گیا۔ احساس یہ تھا کہ میں تنہا تو ہوں لیکن اکیلا نہیں ہوں۔ اس لمحے سے قبل میں نے کبھی اپنے اردگرد کی اشیا اور مظاہر کی زبان کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی تھی بلکہ مجھے تو اس زبان کو سننے کا کبھی اتفاق تک نہیں ہوا تھا مگر اب مجھے محسوس ہُوا کہ آسمان اور زمین اور ان دونوں کی آغوش میں سمٹی ہوئی ہر شے نجانے مجھے کب سے صدائیں دے رہی ہے، میری طرف اپنی بانہیں پھیلائے ہمک رہی ہے بلکہ مجھ

پر خوشبوؤں اور کرنوں اور آوازوں کی بارش کر رہی ہے مگر میں ہوں کہ اکلاپے کے زندان میں قید اپنی ساری حسیات کو مہر بہ لب کیے ان تمام پیغامات سے یکسر بے نیاز ہوں۔ اُس وقت مجھے محسوس ہُوا کہ میں کُل ہوں جس کے حصے بخرے ہو ہی نہیں سکتے تب میں نے اپنے ماضی پر ایک نگاہ ڈالی جو مجھے آوازوں اور خوشبوؤں اور کرنوں کا ایک گجرا سا دکھائی دیا۔ یہ ہار تو ہمہ وقت میرے گلے میں پڑا تھا میں اس کے وجود سے آشنا کیوں نہ ہو سکا ۔۔۔؟''(۵)

وزیر آغا انشائیوں میں نئے مفاہیم کو گرفت میں لینے کے لیے تشبیہات اور استعارات کا سلسلہ بھی اس طرح قائم کرتے ہیں کہ وہ منظر کشی میں توسیع کرتا نظر آتا ہے۔ یہ سلسلہ اُن کے مناظر میں رنگینی اور چاشنی پیدا کرتا ہے۔ تشبیہ کی دو خوبصورت مثالیں دیکھیے:

''جب چرواہے اپنے گلے کو کسی سرسبز و شاداب میدان، جھاڑیوں سے اَٹے ہوئے صحرا یا کسی پہاڑ کی ڈھلوان پر لا کر آزاد کر دیتا ہے، جس طرح تسبیح کا دھاگہ ٹوٹ جائے تو منکے فرشِ خاک پر گرتے ہی لڑھکنے اور بکھرنے لگتے ہیں، بالکل اسی طرح جب گڈریا اپنے ریوڑ کو آزاد کرتا ہے تو وہ دانہ دانہ ہو کر بکھر جاتا ہے''۔(۶)

''جب دھند کا کوئی سفید آنچل چیڑ کی شاخوں میں اٹک جاتا ہے تو چیڑ کی ٹہنیوں سے موتیوں جیسے قطرے ایک ہلکی سی جھنکار کے ساتھ میرے شانوں پر آ گرتے ہیں۔''(۷)

فطرت کے مظاہر و مناظر کا عمیق مشاہدہ اور مطالعہ کرنے کی وجہ سے وہ اپنی قوتوں اور حسنِ فطرت کے اظہار میں بے باکی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ وزیر آغا کے ہاں فطرت ہر دم احساسِ آزادی سے لہلہاتے اور سرشار ہوتے ہوئے منظر پیش کرتی ہے اور ان کی رفتار فطرت کی رفتار سے ہم آہنگ ہوتی ہے وزیر آغا کہتے ہیں کہ فطرت پرستی کی طرف راغب ہونا چاہیے اس سے زندگی اور کائنات کو نئے زاویے سے دیکھنے کی ایک کوشش جنم لیتی ہے جسے تخلیقی سطح پر لایا جا سکتا ہے۔ فطرت کسی بھی منظر کی تخلیق کے لیے بنیاد فراہم کرتی ہے۔

وزیر آغا کی خوبی یہ ہے کہ وہ فطرت کے ساتھ خراماں خراماں چلتے ہیں، وہ فطرت کا پردہ یک دم چاک نہیں کرتے بلکہ ایک دل کش انداز میں آہستہ آہستہ اس کا گھونگٹ اُٹھاتے چلے جاتے ہیں اور مناظر فطرت سے تبادلۂ خیال کرتے ہیں۔ وزیر آغا کا فطرت سے تعلق من و تو کے امتیاز کے ساتھ ہے جس کا اظہار ان کے انشائیوں میں یوں ہُوا ہے کہ باصرہ سے تعلق رکھنے والی تشبیہات، استعارات اور امیجز

برابر ابھرتے چلے جاتے ہیں۔ انھوں نے آنکھیں کھول کہ نہ صرف فطرت کا مشاہدہ کیا ہے بلکہ خود اپنے مشاہدے کے عمل کو بھی دیکھنے کی جرأتِ رندانہ کی ہے اور یوں ان کے انشائیوں میں حقیقت، منظروں کا ایک سلسلہ لے کر وارد ہوئی ہے۔

وزیر آغا کے انشائیوں میں منظر نگاری کی ایک دنیا آباد ہے۔ ان کی منظر کشی سے محسوس ہوتا ہے کہ ان کا بطور خاص فطرت سے رابطہ واجبی نہیں بلکہ روحانی ہے۔ وہ اِن مناظر کو دیکھ کے صرف حظ نہیں اٹھاتے بلکہ اُن سے پیغامات بھی وصول کرتے ہیں، کسی چیز یا منظر کو دیکھنے کے بعد اس کو اپنے باطن میں اتار لیتے ہیں او راس سے نئے نئے مفاہیم پیدا کر کے معانی کا اک جہان آباد کرتے چلے جاتے ہیں۔ منظر نگاری کرتے ہوئے خود کو اس کا ایک جزو سمجھتے ہیں مگر ایسا جزو جو کُل ہے اور تمام اشیا کا حصہ ہے۔ یوں ان کے انشائیوں میں تنوع اور رنگارنگی کیا یک ایسی وسیع دنیا آباد ہو جاتی ہے جس کی لذت قاری کو خود فراشی کی منزل تک لے جاتی ہے۔

☆☆☆☆

حوالہ جات وحواشی

۱۔ وزیر آغا۔ لاہور۔ مشمولہ، **دوسرا کنارہ** (وزیر آغا)۔ سرگودھا: مکتبہ اُردو زبان ۱۹۸۲ء۔ ص ۴۳

۲۔ وزیر آغا۔ بارش کے بعد۔ مشمولہ، **خیال پارے**۔ (وزیر آغا) گودھا مکتبہ اُردو زبان، طبع دوم۔ ۱۹۸۴ء۔ ص ۹۳

۳۔ وزیر آغا۔ چنچنا۔ مشمولہ، **چوری سے یاری تک**۔ (وزیر آغا)۔ لاہور: جدید ناشرین، ۱۹۶۶ء۔ ص ۳۰۔ ۳۱

۴۔ ایضاً ۔ ص ۳۵

۵۔ وزیر آغا۔ اکلاپا اور تنہائی۔ مشمولہ، **دوسرا کنارہ**۔ ص ۱۰۰

۶۔ وزیر آغا۔ چرواہا۔ مشمولہ، **سمندر اگر میرے اندر گرے** (وزیر آغا)۔ لاہور: مکتبہ فکر و خیال، ۱۹۸۹ء۔ ص ۲۹

۷۔ وزیر آغا۔ دھند۔ مشمولہ، **خیال پارے**۔ ص ۱۲۹